واقعہ معراج کے کلامی مباحث

(منتخب اردو تفسیری ادب کا اختصاصی و تقابلی جائزہ)

The Theological discussions Around the Ascension of The Holy Prophet (SAW) (In The Light of Selective Urdu Tafseer Literature)

Hafiz Abdul Rasheed, Assistant Professor,
Department of Islamic Studies, Federal Urdu University, Islamabad, Pakistan

Hafiz Abdul Basit khan, Assistant Professor
Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore, Pakistan

Abstract

The ascension of the holy Prophet (SAW) seems to be his greatest miracle after Quran .This holy journey had always been a matter of theological discussion among Muslim scholars and orientalists. The Seerah writers have provided all details of this night journey. A consenses seems to be developed on this matter that it was a physical journey rather than a spiritual one. In Urdu tafseer literature, we find the commentators have provided solid arguments to prove this journey a physical one .They have also refuted those arguments which are presented against this opinion-cum-belief. Another theological matter which is related to meeting of the Holy Prophet (SAW) either to his Creator or His messenger Jibrael has also been properly cited in this rich literature.

Keywords: Theological discussions; Holy Prophet; Tafseer; Literature

قرآن کریم کے بعد رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ معراج ہے۔ اسی لیے اسے آپ کے خصائص میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ زیر نظر مقالہ اس عظیم معجزہ کے کلامی مباحث پر مشتمل ہے۔ بر صغیر کے اردو تفسیری ادب میں سے تین مختلف فکری دہاروں کی تفاسیر (کاندھلویؒ کی معارف القرآن، مودودیؒ کی تفہیم القرآن اور ازہریؒ کی ضیاء القرآن) کا انتخاب کیا گیا ہے تاکہ تنوع و وسعت کا کچھ اظہار ہو سکے۔

یہ وہ عظیم معجزہ ہے جس میں آفاق و انفس کی تمام خصلتیں محمد عربی ﷺ کے لیے بے حجاب کر دی گئیں تاکہ آپ ﷺ بطریق احسن ان کا مشاہدہ کر سکیں، اور جملہ احوال کے مشاہدات خاتم المرسلین ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کے مظہر بن جائیں۔ ملکوت سموات وارض کا مشاہدہ یوں تو ہر نبی کو کرایا گیا تاکہ وہ جو کہیں، حق الیقین کے ساتھ کہیں تاہم تاجدار ختم نبوت کو یہ مشاہدہ اس طرح کرایا گیا کہ ہر چیز چشم مبارک سے بیداری کے عالم میں بلا حجاب دیکھ لی۔

توقیت معراج:

یہ عظیم واقعہ کب رونما ہوا۔ مولانا کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ 11 نبوی کے کسی مہینہ میں ہوا۔[1] مودودیؒ کے بقول اکثریت کی رائے یہی ہے کہ یہ واقعہ سفر طائف کے ایک سال بعد ہوا[2]۔ازہری نے کوئی خاص سال متعین نہیں کیا تاہم یہ ضرور لکھا ہے کہ یہ واقعہ سفر طائف کے بعد اور ہجرتِ مدینہ سے پہلے پیش آیا۔[3]

دراصل واقعہ معراج کے زمانہ کی تعیین میں دس اقوال ہیں۔

1۔ہجرت سے چھ ماہ قبل	2۔ہجرت سے آٹھ ماہ بیشتر
3۔ہجرت سے گیارہ ماہ بیشتر	4۔ہجرت سے بارہ ماہ بیشتر
5۔ہجرت سے چودہ ماہ بیشتر	6۔ہجرت سے پندرہ ماہ بیشتر
7۔ہجرت سے سترہ ماہ بیشتر	8۔ہجرت سے اٹھارہ ماہ بیشتر
9۔ہجرت سے تین سال بیشتر	10۔ہجرت سے پانچ سال بیشتر[4]

مہینہ کے تعین میں اختلاف ہے تاہم علامہ زرقانی نے رجب کی ستائیسویں شب ہی کے قول کو اختیار کرلینا بہتر قرار دیا ہے۔[5]

اگر معراج کی اس حکمت کو مدنظر رکھا جائے کہ شعب ابی طالب کی محصوری اور سفر طائف جیسے کٹھن مراحل کے بعد سکون وطمانیت کا ذیعہ اور حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب جیسے مونسوں کی جدائی کے غم کا مداوا تھا تو پھر قرین قیاس یہی ہے کہ یہ واقعہ ہجرت مدینہ سے کچھ عرصہ پہلے ہوا ہو۔

قرآن کریم میں واقعہ معراج کا ذکر:

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسراء اور بیت المقدس سے مقام قاب و قوسین تک کے آسمانی سفر کو معراج کہا جاتا ہے۔

اسراء کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ[6]

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گئی جس کے ماحول پر ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، تاکہ ہم انہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ ہر بات سننے والی، ہر چیز دیکھنے والی ذات ہے"۔

بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ کا سفر:

سورۃ النجم میں نبی کریم ﷺ کی معراج کے بارے میں آیات نازل ہوئیں جن میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ "عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں" یوں مسجد اقصیٰ سے آنحضرت ﷺ نے نورانی سیڑھی کے ذریعے ساتوں آسمانوں کا سفر کیا اور وہاں سے پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ﴿٩﴾ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ﴿١٠﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ﴿١١﴾ أَفَتُمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ﴿١٣﴾ عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهَىٰ ﴿١٤﴾ عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ﴿١٥﴾ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ﴿١٨﴾ (7)

"جبکہ وہ بلند افق پر تھا۔ پھر وہ قریب آیا، اور جھک پڑا۔ یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر آگیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک۔ اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر جو وحی نازل فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا، دل نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی۔ کیا پھر بھی تم ان سے اس چیز کے بارے میں جھگڑتے ہو جسے وہ دیکھتے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس (فرشتے) کو ایک اور مرتبہ دیکھا ہے۔ اس بیر کے درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہی ہے۔ اسی کے پاس جنت الماوی ہے۔ اس وقت اس بیر کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھیں۔ (پیغمبر کی) آنکھ نہ تو چکرائی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا۔"

احادیث مبارکہ میں واقعہ معراج کا ذکر:

واقعہ معراج کا تفصیلی ذکر احادیث مبارکہ میں ملتا ہے صحاح ستہ و مسانید میں موجود روایات مجمل ہیں جبکہ کتب سیرت کی روایات مفصل ہیں۔ چند روایات ذیل ہیں۔

امام ترمذی حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات نبی کریم ﷺ کو معراج کرائی گئی، اور آپ ﷺ کے پاس براق لایا گیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر زین چڑھائی ہوئی تھی، اس نے نبی کریم ﷺ کے سامنے شوخی سے اچھل کود کی تو اسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ ایسے کر رہے ہو، سیدنا محمد ﷺ سے بڑھ کر مکرم شخصیت آج تک تم پر سوار نہیں ہوئی تب براق تھم گیا اور اس کا پسینہ بہنے لگا۔ (8)

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے مسجد حرام میں عشاء کی نماز

باہر نکلا غور سے دیکھا تو مجھے خچر سے مشابہہ ایک جانور نظر آیا اور اس کے کان اور پر کو اٹھے ہوئے تھے۔اس کو براق کہا جاتا ہے۔اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس جانور پر سواری کرتے تھے۔وہ منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا جس وقت میں اس پر سواری کر رہا تھا تو مجھے دائیں جانب سے کسی نے آواز دی یا محمد ﷺ میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے جواب نہ دیا اور نہ میں اس کے پاس ٹھہرا۔پھر مجھے بائیں طرف سے کسی نے آواز دی یا محمد ﷺ میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہ دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا۔پھر دوران سفر ایک عورت اپنے بازو کھولے کھڑی تھی، یا محمد ﷺ میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھ میں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا۔اور نہ اس کے پاس ٹھہرا حتی کہ بیت المقدس پہنچ گیا۔میں نے اس حلقہ میں سواری باندھی جس حلقہ میں انبیاء علیہم السلام سواری باندھتے تھے۔پھر جبرائیل علیہ السلام میرے پاس دو برتن لے کر آئے ایک میں شراب تھی دوسرے میں دودھ، میں نے دودھ کو پی لیا اور شراب کو چھوڑ دیا۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ﷺ نے فطرت کو پالیا میں نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ نے راستہ میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا جب میں راستہ میں جارہا تھا تو دائیں طرف سے مجھے ایک شخص نے آواز دی کہا یا محمد ﷺ میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہ وہ یہودی تھا اگر آپ اس کے پاس ٹھہرتے اور اس کا جواب دیتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی۔جب میں جارہا تھا تو بائیں طرف سے مجھے ایک شخص نے آواز دی کہا یا محمد ﷺ میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا۔حضرت جبرئیل نے کہا کہ وہ نصرانی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے تو آپ ﷺ کی امت عیسائی ہو جاتی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سیر کے دوران ایک عورت اپنے بازو کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا یا محمد ﷺ میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھ میں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا۔اور نہ اس کے پاس ٹھہرا حضرت جبرائیل نے کہا یہ دنیا تھی آپ ﷺ اس کو جواب دیتے تو آپ ﷺ کی امت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں اور جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے اور ہم میں سے ہر اک نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میرے پاس معراج کیلئے ایک سیڑھی (نورانی) لائی گئی[(9)] آگے یہ حدیث طویل ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ معراج کی صبح کو نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کو ان عجائب کی خبر دی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ گذشتہ رات میں بیت المقدس گیا اور مجھے آسمان کی معراج کروائی گئی۔۔۔۔پھر مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا مجھے بیت المقدس کی عمارت، اس کی ہیت، اور اس کی کیفیت کا سب سے زیادہ علم ہے، اگر محمد اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ابھی پتہ چل جائے گا۔پھر ایک مشرک نے کہا کہ اے

محمد! مجھے بیت المقدس کا سب سے زیادہ علم ہے، آپ مجھے اس کی عمارت کی ہیت اور پہاڑ سے اس کے قرب کے بارے میں بتایئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ ﷺ کے سامنے رکھا، پھر جس طرح ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں آپ ﷺ اسی طرح بیت المقدس کو دیکھ کر اس کے متعلق بیان فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ اس طرح بیت المقدس کی عمارت ہے اور اس طرح کی ہیت ہے اور پہاڑ کے اس طرح قریب ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ ﷺ نے سچ کہا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا کہ محمد اپنے دعوی میں سچے ہیں (10)

سفر معراج کے جسمانی ہونے پر قرآنی دلائل:

یہ سفر محض خواب نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ جسدِ مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں تشریف لے گئے تھے۔

مولانا ادریس کاندھلویؒ سفر معراج کے جسمانی ہونے پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت میں لفظ عبد واقع ہے جس کا ترجمہ بندہ ہے جو مجموعہ روح و جسد کا نام ہے اس کا اطلاق صرف روح پر صحیح نہیں قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی یہ لفظ آیا ہے ہر جگہ اس سے مراد روح مع الجسد ہے۔ نیز "اسری بعبده "کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ بحالت بیداری اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا اور اگر آیت کے یہ معنی لیے جائیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو بحالت خواب یا محض روحانی طور پر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا تو پھر "فاسر بعبادی لیلا" میں یہ معنی لینے ممکن ہوں گے کہ اے موسیٰ! میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں یا محض روحانی طور پر لے کر مصر سے نکل جاؤ۔ پھر "لنریہ من ایتنا" سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسراء سے مقصود آیات قدرت کا مشاہدہ کرانا تھا کہ بحالت بیداری اس چشم سر سے عجائب قدرت کو دیکھیں روحانی طور پر یا بحالت خواب دکھانا مراد نہیں بلکہ جسمانی طور پر دکھلانا مراد ہے اور سورۃ نجم میں "مازاغ البصر" کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشاہدہ بصری تھا نیز سورۃ نجم میں حق تعالیٰ نے اس واقعہ کو آیات کبریٰ اور معجزات عظمیٰ میں سے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ خواب نہ آیات کبریٰ ہے اور نہ معجزات عظمیٰ ہے۔

نیز بتواتر منقول ہے کہ جب آپ ﷺ نے واقعہ اسراء و معراج کو لوگوں کے سامنے بیان کیا تو کافروں نے اس کو محال جانا اور آپ ﷺ کی تکذیب کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب کے مدعی نہ تھے اگر آپ ﷺ خواب کے مدعی ہوتے تو کافروں کے جھٹلانے کے کوئی معنی نہ تھے۔ نیز احادیث میں ہے کہ مشرکین نے اس واقعہ کو سن کر آپ ﷺ کی تکذیب کی اور آپ ﷺ کا مذاق اڑایا اور تالیاں بجائیں، بیت المقدس کی علامات دریافت کیں اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آپ ﷺ کے سامنے کر دیا آپ ﷺ نے اس کو دیکھ دیکھ کر ان کی باتوں کا جواب دیا اگر یہ واقعہ کوئی خواب یا کشف ہوتا تو مشرکین آپ ﷺ سے بیت المقدس کی علامتیں نہ پوچھتے خواب بیان

کرنے والے سے نہ کوئی علامت پوچھتا ہے اور نہ مذاق اڑاتا ہے۔ نیز اگر واقعہ اسراء و معراج کوئی خواب ہوتا تو حضور پر نور ﷺ کے معجزات میں شمار نہ ہوتا۔ پھر یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کفار کا تعجب سے ذکر کرنا بھی اسی کی دلیل ہے ورنہ خواب کے سفر کو از راہِ تعجب کوئی بھی بیان نہ کرتا۔ اسی واقعہ کی تصدیق کی وجہ سے آپ کا نام صدیق رکھا گیا۔ نیز اگر یہ مسئلہ صحابہ کرام میں مختلف فیہ ہوتا تو جس طرح دیگر مختلف فیہ مسائل میں ان کے آپس کے مناظرے روایات میں ملتے ہیں جیسے "متعۃ الحج" اور سماعِ موتی میں، تو لازماً اس عظیم الشان معاملہ میں بھی ان کے مباحثے روایات میں ملتے۔ باقی حضرت عائشہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم سے منسوب روایات، تو وہ مؤول ہیں یا ضعیف ہیں۔ (11)

سید مودودی معراج کے جسمانی ہونے پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سفر معراج کے واقعہ کا بیان "سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی سے شروع کیا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ خارق عادت اور اہم ترین واقعہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت سے ظاہر ہوا۔ جبکہ خواب یا کشف کے طور پر ایسی چیز دیکھنا کوئی غیر معمولی امر نہیں کہ اسے اس قدر اہتمام سے بیان کیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید کا اس واقعہ کو اس قدر تفصیل اور اہتمام کے ساتھ بیان کرنا اس بات کی واضح اور بین دلیل ہے کہ یہ بیداری کی حالت میں پیش آیا ہے۔ (12)

ازہری نے اپنے دلنشین ادبی انداز میں اس موضوع پر مفصل لکھا ہے کہ جو معراج کو عالم خواب کا ایک واقعہ کہتے ہیں، ان کے نزدیک یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی سبوحیت اور پاکی کی دلیل کیونکر بن سکتا ہے۔ قرآن کا یہ انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں بلکہ عالم بیداری کا ہے۔ نیز اگر معراج عالم خواب کا واقعہ ہوتا تو کوئی اس سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوتا۔ اور کوئی اس کا انکار نہ کرتا۔ (13)

اس کے بعد پھر انہوں نے ان بعض روایات کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے جن سے معراج کے روحانی ہونے کا مفہوم اخذ ہوتا ہے۔

ان کا ذکر اگلے صفحات میں کیا جائے گا۔

معراج کے جسمانی ہونے کے صریح دلائل خود قران کریم کی اس مختصر آیت میں موجود ہیں۔

لفظ سبحان سے ابتداء، اسراء کا صیغہ اور آیاتنا کا لفظ بجائے خود اتنے واضح ہیں کہ مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ پھر اس واقعہ کے رونما ہونے پر مشرکین مکہ کا رد عمل بھی اسی کو ثابت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:

ولوكانت رويا منام مااقشف بها احد ولاانكرها فانه لايستبعد على احد ان يرى نفسه يخترق السموات ويجلس على الكرسى ويكلمه الرب (14)

اگر معراج ،عالم خواب کا واقعہ ہوتا تو کوئی اس سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوتا اور کوئی اسکا انکار نہ کرتا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص خواب میں اپنے آپ کو دیکھے کہ وہ آسمان کو چیرتا ہوا اوپر جارہا ہے یہاں تک کہ وہ کرسی پر جابیٹھا اور رب کریم نے اس سے گفتگو فرمائی، تو یہ چیز یقیناً خلاف عقل قرار دے کر ٹھکرائی نہیں جاسکتی۔

منکرین معراج جسمانی کے اعتراضات اور انکے جوابات :

یوں تو سفر معراج پر فلسفیانہ اعتراضات کی کئی تعبیرات ہیں تاہم برصغیر کے تفسیری ادب میں معراج جسمانی پر زیادہ بحث سرسید احمد خان اور انکے فکری جانشینوں نے کی ہے۔

کیا معراج کسی اور جسد روحانی کے ساتھ ہوئی تھی؟ محمد علی لاہوری معراج نبوی ﷺ پر بحث کرتے لکھتے ہیں:

"یہ معراج نبوی ﷺ جسد عنصری کے ساتھ نہیں ہوئی بلکہ دوسرے نورانی جسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو عالم روحانی کی سیر کیلئے عطا فرماتا ہے۔ اسکی پہلی دلیل قرآن کریم میں "وماجعلنا الرویا التی اریٰنك ہے جہاں صاف الفاظ میں اسے رؤیا کہا گیا ہے۔رؤیا عالم خواب کے ساتھ خاص ہے۔جہاں جسد عنصری حرکت نہیں کرتا۔البتہ جب کفار نے اوپر جانے کا مطالبہ کیا"او ترقی فی السماء" تو اس کا جواب دیا "قل سبحان ربی ھلکنتالابشرا رسولا" ،گویا یہ تقاضائے بشریت کے خلاف ہے کہ انسان اسی جسد عنصری کے ساتھ اس زمین کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے نیز حدیث بخاری میں صاف یہ الفاظ ہیں فیما یری قلبھوتنامعینہ ولاینامقلبہ یعنی اس حالت میں معراج ہوئی کہ آپ ﷺ کا قلب جاگتا تھا اور آپ ﷺ کی آنکھیں سورہی تھیں،اور اسی حدیث کے آخر میں واستیقظ وھو فی المسجد الحرام کے الفاظ ہیں جن سے یہ سے ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ آپ ﷺ بر حالت خواب میں وارد ہوا تھا"۔ (15)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک خاص گروہ اس امر کا قائل ہے کہ یہ سفر ایک خاص جسد نورانی کے ساتھ ہوا تھا ظاہر ہے کہ اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یہ سفر جسمانی نہیں تھا۔فاضل مؤلف نے جس پہلی آیت کا حوالہ دیا ہے وہ بھی سورۃ بنی اسرائیل ہی کی ہے۔

وماجعلنا الرویا التی اریناك الافتنة للناس (16)

اور ہم نے جو خواب آپ کو دکھلایا اسے تو ہم نے لوگوں کیلے آزمائش ہی بنایا ہے۔

یہاں جو لفظ رؤیا استعمال ہوا ہے یہ خواب کے معنی میں نہیں بلکہ آنکھوں سے دیکھنے کے معنی میں ہے۔اور یہاں جس رویا کا ذکر ہے وہ معراج کا سفر ہی ہے تینوں فاضل مفسرین نے یہ تفسیر بیان کی ہے۔البتہ کاندھلویؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر

اس سے خواب ہی مراد ہو تو پھر اس سے تو حدیبیہ کے سال والا خواب مراد ہے یا غزوہ بدر سے پہلے جو خواب آپ نے دیکھا تھا وہ مراد ہے کہ کفار اور مسلمانوں میں لڑائی ہوئی اور مسلمان فتح یاب ہوئے۔ازہری نے خواب سے حقیقی خواب مراد لینے کا قول ذکر کیا ہے تاہم انہوں نے مزید تشریح نہیں کی کہ معین طور پر یہ کون سا خواب مراد ہے۔ابن عباسؓ کا قول دونوں مذکورہ مفسرین نے ذکر کیا ہے جو پیچھے گزر چکا ہے۔[17]

محمد علی لاہوری نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے اس طرح مروی ہے:

ثم استیقظ وھوفی المسجد الحرام[18]

پھر وہ نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے آپ کو مسجد حرام میں پایا۔

سید مودودی اور کاندھلویؒ نے تو اس حدیث اور متعلقہ اعتراض کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا البتہ ازہری نے اس پر بحث کی ہے۔ازہری لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ حضرت انسؓ سے شریک نے نقل کیے ہیں اور "شريك ليس بالحافظ عنداھلالحدیث"[19] یعنی محدثین کے نزدیک "شریک" حافظ حدیث نہیں ہے۔

ان هذ اللفظ رواه شريك عن انس وكان قد تغير باخره فيعل على روايات الجميع[20]

کہ یہ الفاظ حضرت انسؓ سے صرف شریک نے روایت کیے ہیں ان کا حافظہ آخر عمر میں کمزور ہو گیا تھا۔اس لیے ان کی روایت کی بجائے ان روایات پر بھروسہ کیا جائے جو باقی تمام راویوں نے بیان کی ہیں۔اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت انسؓ سے یہ حدیث شریک کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث، ابن شہاب، ثابت البنانی اور قتادہ نے بھی روایت کی ہے لیکن ان روایات میں یہ الفاظ نہیں۔

قد روی حدیث الاسراء من انس جماعة من الحفاظ المتقین والائمة المشہورین کابن شہاب ثابت البنانی وقتادة ولم یات احدمنہم بمااتی به شریك[21]

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محمد علی لاہوری کا معراج جسمانی کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔باقی سرکار دوعالم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میرا دل نہیں سوتا اور آنکھیں سوتی ہیں تو یہ ظاہر ہے کہ عمومی حالات کے اعتبار سے ہے نیز او ترقی فی السماء[22] سے انکی مراد یہ تھی کہ ہم اپنی آنکھوں سے آپ کو آسمان پر چڑھتا دیکھیں۔

معجزہ خلاف فطرت ہے اور خلاف فطرت کا وقوع محال ہے ؟

سر سید احمد خان نے اپنے مقالات میں ایک مفصل مقالہ معجزہ کی حقیقت اور اسکے وقوع کے امکان کے بارے میں لکھا ہے، پیر کرم شاہ الازہری نے سورۃ اسراء میں سفر معراج کی بحث کے ذیل میں ان کے اس مقالہ کے حوالہ سے معجزات کے بارے میں ان کا نقطہ نظر واضح کیا ہے۔اور اس کی خرابی بھی بیان کی ہے۔

سر سید کا نقطہ نظر یہ ہے کہ معجزہ اسی وقت معجزہ ہوتا ہے جب وہ قوانین فطرت و قدرت کے خلاف ہو کیونکہ اگر وہ قوانین فطرت کے مطابق ہے تو پھر اس کا ظہور کسی عام شخص کے ہاتھ پر بھی ہو سکتا ہے اس لئے معجزہ کا خلاف قانون ہونا ضروری ہے ادھر قوانین قدرت کبھی تبدیل نہیں ہوتے، قرآن کریم میں بار بار یہ واضح کیا گیا ہے کہ قانون قدرت میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ معجزہ کا وقوع باطل ہے۔[23]

سر سید کے استدلال کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے معجزہ کی من گھڑت تعریف کی ہے، معجزہ خلاف فطرت نہیں ہوتا خارق عادت ہوتا ہے یعنی عادتاً جو مشاہدہ ہوتا ہے وہ اسکے خلاف ہوتا ہے جیسے پہاڑ سے اونٹنی کا پیدا ہونا، پھر اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ خلاف فطرت ہے تو ایسے تمام قوانین فطرت کے خلاف کہنے کا دعویٰ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ جب انسان نے تمام قوانین فطرت کا احاطہ کر لیا ہو اور ظاہر ہے ایسا نہیں ہے تو پھر خلافت فطرت ہونے کا دعویٰ بھی باطل ہے۔[24]

دیگر دونوں مفسرین نے اس مقام پر معجزہ کی بحث کو نہیں چھیڑا۔

روایات کا تضاد اور تناقض:

سر سید احمد خان نے جسمانی معراج کے انکار کی ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ اس سفر کے مشاہدات و واقعات کے بارے میں متضاد اور متناقض روایات موجود ہیں۔ ایک روایت میں ہے حضور ﷺ اس وقت حطیم میں تھے دوسری روایت میں ہے کہ حجرے میں تھے تیسری میں ہے کہ مسجد حرام میں تھے۔[25]

ازہری لکھتے ہیں کہ ان روایات میں تضاد نہیں ہے۔ حطیم اور حجر تو ایک جگہ کے دو نام ہیں۔ یہ جگہ دراصل کعبہ شریف کا حصہ تھی، لیکن جب سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ گر گیا اور قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کرنا چاہا تو سرمایہ کی قلّت کی وجہ سے اسے باہر چھوڑ دیا۔ یہ حصہ (حطیم یا حجر) مسجد حرام داخل میں ہے لہٰذا ان روایات میں قطعاً کوئی تعارض نہیں۔

سر سید ایک دوسرا اعتراض کرتے ہیں کہ چھٹے آسمان کے متعلق ایک حدیث میں ہے:

ثم صعدبی الی السماء السادسة فاذاموسی

پھر مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام کو پایا۔

دوسری حدیث میں ہے:

ثم عرج بنا الی السماء السادسة فاذا انابموسیٰ فرحب لی ودعالی

پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف اوپر لایا گیا۔ وہاں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعا کی۔

تیسری حدیث میں ہے: لما جاوزت فبکی

جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے۔

ظاہر ہے کہ ان احادیث کے کلمات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں جو باہمی اختلاف پایا جاتا ہے اس کے متعلق خود علماء نے تصریح کی ہے اور جو حدیث زیادہ صحیح اور قوی تھی اس کو ترجیح دے دی ہے۔ وہ تضاد جو دونوں روایات کو ساقط کر دے وہ یہ ہوتا ہے کہ: دونوں روایتیں ایک ہی پایہ کی ہوں۔ کسی کو کسی پر ترجیح بھی نہ دی جاسکتی ہو اور ان کو جمع بھی نہ کیا جاسکتا ہو۔(26)

رب کریم کیلئے مخصوص مکان ہے۔ معراج جسمانی کا لازمی نتیجہ:

غلام احمد پرویز نے ایک انوکھا اعتراض اٹھایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو کائنات کے ہر مقام پر موجود ہیں مکان وزمان سے مبرا اور جہت وسمت سے آزاد ہیں معراج جسمانی سے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ خاص کسی مقام میں مقیم ہیں اور سرکارِ دوعالم ﷺ وہاں اللہ تعالی سے ملاقات کیلئے گئے تھے(27)

اسی طرح غلام وارث لکھتے ہیں:

خدا کو کسی خاص مقام پر مقیم ماننا بھی ہمارے بنیادی عقائد کے خلاف ہے، قرآن پاک میں ہے:

™ نحن اقرب الیہ من حبل الورید— اور ™ وھو معکم اینما کنتم—(28)

سید مودودی اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کی شان تو بے مثل ہے لیکن اپنی مخلوق کے ساتھ معاملہ ان کی کمزوریوں کی بناپر محدود واسطوں کے ذریعے کرتا ہے۔ چنانچہ مخلوق سے کلام اس انداز سے کرتا ہے جسے انسان باآسانی سمجھ سکے۔ حالانکہ اس کا کلام اپنی جداگانہ شان ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالی اپنے بندے کو اپنی سلطنت کی عظیم الشان نشانیاں دکھانا چاہتا ہے تو وہ اسے اس کے متعین مقامات پر لے جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالی کی طرح ساری کائنات کو بیک وقت نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالی کو کسی چیز کے مشاہدے کے لیے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر بندے کو ہوتی ہے۔ یہی معاملہ اللہ تعالی کے حضور باریابی کا ہے کہ خالق بذات خود کسی مقام پر متمکن نہیں ہے، مگر بندہ اس کی ملاقات کے لیے ایک جگہ کا محتاج ہے۔(29)

انکار معراج جسمانی پر مشتمل روایات کی حیثیت اور مفہوم:

بعض روایات سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ معراج روحانی تھی معارف القرآن، اور ضیاء القران میں ایسی روایات پر بھی بحث کی گئی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے:

مافقد جسد رسول الله صلي الله عليه وسلم ولكن اسرى بروحه(30)

رسول اللہ ﷺ کا جسم اطہر شب معراج میں غائب نہیں ہوا تھا لیکن اللہ کریم نے آپ ﷺ کی روح کو سیر کرائی۔
مولانا کاندھلوی نے لکھا ہے کہ اس سے معارض حضرت عائشہؓ سے ایک دوسری روایت بھی ہے۔
ففقد النبی صلي الله عليه وسلم تلك الليلة فتفرقت بنو عبد المطلب[31]

اس رات سرکار دوعالم ﷺ کو مفقود پایا گیا تو بنو عبد المطلب آپ کی تلاش میں نکلے اور بکھر گئے۔
نیز حضرت ام ہانیؓ جن کے گھر سے سفر معراج کا آغاز ہوا وہ فرماتی ہیں کہ:
قالت بات رسول الله صلي الله عليه وسلم ليلة اسرى به في بيتى فقدته من الليل[32]
فرماتی ہیں کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ نے رات میرے ہاں بسر کی تھی اچانک میں نے رات کے ایک پہر انہیں نہ پایا۔

حضرت ام ہانیؓ کی روایت، ظاہر ہے کہ راجح قرار پائے گی، اس لئے کہ انکے گھر سے یہ سفر شروع ہوا تھا۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ حضرت عائشہؓ کی وہی روایت قبول ہونی چاہیے کہ جو جمہور کے مسلک کے موافق ہے۔ اور یہ معارض روایات میں جمع و تطبیق کا یہ سنہری اصول ہے [33]

ازہری نے اولاً ان رویات کو محدثین کے حوالے سے ان حضرات (حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ) کی طرف مشکوک قرار دیا ہے اور ثانیاً ابو حیان کا مندرجہ ذیل قول ذکر کیا ہے:
وماروى عن عائشة ومعاوية انه كان مناما فلعله لايصح ولوصح لم يكن فى ذالک حجة لانها لم يشاهدا ذالک لصغر عائشة وكفر معاوية ولانهمالم يسند ذالک الى رسول الله صلي الله وسلم ولاحدثابه عنه[34]

اور رہی وہ بات جو حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے منقول ہے کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ سوئے رہے تھے تو شاید یہ روایت ہی سرے سے صحیح نہیں اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو اسے واقعہ معراج کے روحانی ہونے پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا اس لئے کہ ان دونوں اشخاص نے اس واقعہ کو دیکھا نہیں، یعنی اس واقعہ کے وقت وہ مشاہدہ کرنے والے نہیں تھے۔ حضرت عائشہؓ تو اس وقت چھوٹی تھیں اور حضرت معاویہؓ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے، نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان حضرات نے اس قول کو رسول اللہ ﷺ سے نہیں جوڑا اور نہ ہی ان سے روایت کیا ہے۔
اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ کا جو قول معراج جسمانی کے انکار کا ہے وہ بھی درست نہیں ہے۔[35]

غلام احمد قادیانی اور معراج جسمانی کا انکار:

غلام احمد قادیانی معراج جسمانی کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے اتفاق کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اس بات سے انکار کی گنجائش نہیں ہے البتہ حضرت عائشہؓ کا انکار ثابت ہے۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے:

سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا میں اس کا نام خواب ہر گز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنی درجوں میں اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو در حقیقت بیداری بلکہ اس کشف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اعلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔(36)

کاندھلویؒ ان اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد خود ہی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کشف تو ایک قسم کی معنوی چیز ہے جو دوسرے کو محسوس نہیں ہوتی اور نہ اس کو نظر آتی ہے البتہ آثار وعلامات سے اس کا ثبوت ہوتا ہے مرزا کے حق میں یہ کشف غلط تھے کیونکہ انکی روشنی میں جو پیشینگویاں کیں وہ جھوٹی نکلیں جبکہ سرکار دوعالم ﷺ کا یہ سفر کشف نہیں تھا با قاعدہ جسمانی سفر تھا۔(37)

واقعہ معراج میں رؤیتِ ذات باری تعالیٰ ہوئی یا رؤیت جبرئیل؟

سورۃ نجم کی آیات کے بارے میں علماء ومفسرین کے ہاں دو تفسیریں منقول ہیں۔ مفسرین میں سے ایک گروہ سورہ نجم کی آیات کو واقعہ معراج کا بیان قرار دیتے ہیں لیکن رؤیت کے بارے میں جتنے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں ان سب میں رؤیت سے مراد رؤیتِ جبرئیل علیہ السلام ہی ہے اور آیات کے ترجمہ وتفسیر میں ایسا اسلوب اپناتے ہیں جس سے قاری کیلئے آیات مبارکہ سے روئیت جبرائیل ہی ثابت ہو۔

مفسرین کا دوسرا گروہ سورہ نجم کی آیات کو واقعہ معراج کا بیان قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے نبی کریم ﷺ کی بلاواسطہ وحی کا حصول اور روئیت ذات باری تعالیٰ مراد لیتے ہیں اور "دنیٰ فتدلیٰ اور قاب قوسین "وغیرہ کو رؤیت ومشاہدہ باری تعالیٰ اور قرب حق تعالیٰ پر محمول کر کے تفسیر بیان کرتے ہیں۔ سید مودودی اسی مؤخر الذکر گروہ میں شامل ہیں۔

سید مودودی کا مؤقف، سفر معراج میں رؤیت جبرئیل ہوئی نہ کہ رؤیت باری تعالیٰ:

ان کے نزدیک ان آیات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کا ان کی صورت اصلیہ میں دیکھنے کا بیان ہے اور سورت میں "شدید القویٰ" اور "ذومرۃ "جبرئیل امین کی ہی صفات ذکر کی گئی ہیں۔

سید مودودی لکھتے ہیں کہ

" آسمان کے بالائی مشرقی کنارے سے نمودار ہونے کے بعد جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی طرف آگے بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ آپ کے اوپر آکر فضا میں معلق ہو گئے۔ پھر وہ

آپ کی طرف جھکے اور اس قدر قریب ہو گئے کہ آپ کے اور ان کے درمیان صرف دو کمانوں کے برابر یا کچھ کم فاصلہ رہ گیا"۔ (38)

مودودی نے اپنے مؤقف کے مندرجہ ذیل دلائل بیان کئے ہیں۔

1۔ صحیح، مرفوع اور غیر متعارض روایات میں اسی مؤقف کا ذکر ہے حضرت عائشہؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ اسی کے قائل ہیں۔

چند روایات درج ذیل ہیں:

الف ۔عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: فَأَيْنَ قَوْلُهُ؟ {ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى} (النجم:9) قَالَتْ:إِنَّمَا ذَاكَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيه وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيه فِي صُورَةِ الرِّجَالِ، وَإِنَّهُ أَتَاهُ فِي هَذِهِ الْمَرَّةِ فِي صُورَتِهِ الَّتِي هِيَ صُورَتُهُ فَسَدَّ أُفُقَ السَّمَاء(39)

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ثم دنی فتدلیٰ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ جبرائیل تھے جو انسانی شکل میں آئے تھے لیکن وہ اس مرتبہ اپنی اصلی صورت میں آئے تھے جس نے آسمان کے افق کو ڈھانپ لیا تھا۔

ب۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، {فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى} (النجم: 10)، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ(40)

حضرت ابن مسعودؓ نے ان آیات کے بارے میں فرمایا کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل کو دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے

ج۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، {لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الكُبْرَى} (النجم: 18)قَالَ: رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ قَدْ سَدَّ الأُفُقَ(41)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ حضور ﷺ نے سبز زخرف کو دیکھا جس نے آسمان کے افق کو ڈھانپ دیا تھا۔

د۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، {وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى} [النجم: 13]، قَالَ: رَأَى جِبْرِيلَ (42)

حضرت ابو ہریرہؓ آیت ولقد رای نزلۃ اخریٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔

ھ۔عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: يَا أَبَا عَائِشَةَ، ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ، قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَتْ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيه وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ

عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ، قَالَ: وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنْظِرِينِي، وَلَا تُعْجِلِينِي، أَلَمْ يَقُلِ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ} (التكوير: 23)، {وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى} (النجم:13) فَقَالَتْ: أَنَا أَوَّلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيه وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا ہو جِبْرِيلُ، لَمْ أَرَهُ عَلَى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيها غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ، رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ»، فَقَالَتْ: أَوَ لَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللهَ يَقُولُ: {لَا تُدْرِكہ الْأَبْصَارُ وَہو يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَہو اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ} (الأنعام: 103)، أَوَ لَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللهَ يَقُولُ: {وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ} (الشورى: 51)، قَالَتْ: وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيه وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللهِ، فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ، وَاللهُ يَقُولُ: {يَا أَيہا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ}(المائدة: 67)، قَالَتْ: وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُخْبِرُ بِمَا يَكُونُ فِي غَدٍ، فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ، وَاللهُ يَقُولُ: {قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ} (النمل: 65)[43]

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تکیہ لگائے بیٹھا تھا انہوں نے فرمایا اے ابوعائشہ (یہ ان کی کنیت ہے) تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی ان کا قائل ہو جائے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا میں نے عرض کیا وہ تین باتیں کونسی ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک تو یہ ہے کہ جس نے خیال کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا مسروق کہتے ہیں کہ میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا میں نے یہ سنا تو اٹھ کر بیٹھ گیا میں نے عرض کیا اے ام المومنین مجھے بات کرنے دیں اور جلدی نہ کریں کیا اللہ نے نہیں فرمایا (وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ اس امت میں سب سے پہلے میں نے ان آیات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا ان آیتوں سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں میں نے انہیں ان کی اصل صورت میں نہیں دیکھا سوائے دو مرتبہ کے جس کا ان آیتوں میں ذکر ہے میں نے دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کے تن وتوش کی بڑائی نے آسمان سے زمین تک کو گھیر رکھا ہے اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لَا تُدْرِكہ الْاَبْصَارُ وَہو يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهو اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ) کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنا (وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَا ۑِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِه مَا يَشَا ءُ اِنَّه عَلِيٌّ حَكِيمٌ) یعنی اس کی آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہی لطیف وخبیر ہے اور کسی انسان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اللہ سے باتیں کرے مگر وحی یا پردے کے پیچھے سے اور دوسری آیت یہ ہے کہ جو کوئی خیال کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب میں سے کچھ چھپالیا ہے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یَا

أَيها الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْکَ مِنْ رَبِّکَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه) اے رسول ﷺ جو آپ ﷺ پر آپ کے رب کی طرف سے اترا ہے اس کی تبلیغ کیجئے اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ حق رسالت ادا نہ کریں گے اور تیسری بات یہ کہ جو آدمی یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ آئندہ ہونے والی باتوں کو جانتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا اور اللہ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ فرما دیجئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب کی باتیں نہیں جانتا۔

2۔ آیات کا سیاق وسباق اسی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

3۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر رب کریم سے دیدار کا مطالبہ اور رب کریم کا جواب بھی اسی طرف مشیر ہے۔

4۔ اگر محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہوتا تو یہ ایسا عظیم الشان امر تھا کہ اسے واضح انداز میں ضرور بیان کر دیا جاتا۔

سید مودودی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے بجائے اس کی عظیم نشانیوں کو دیکھا تھا۔ چونکہ سیاق و سباق کے مطابق یہ ملاقات بھی اسی ہستی سے ہوئی تھی جس سے پہلی ملاقات ہوئی، اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ اعلیٰ افق پر آپ نے پہلی مرتبہ جسے دیکھا تھا وہ اللہ تعالی کی ذات نہ تھی، اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جسے دیکھا تھا وہ بھی اللہ رب العزت کی ذات نہ تھی۔ بلکہ اگر آپ نے کسی موقع پر بھی اللہ جل شانہ کو دیکھا ہوتا تو ضرور اس کی صراحت کر دی جاتی، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کی تھی جس پر انہیں کہا گیا تھا لَنْ تَرَانِیْ، "تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ [44]

نیز لکھتے ہیں کہا گر شرف رؤیت، رسول اللہ ﷺ کو عطا کر دیا جاتا تو یہ اس قابل تھا کہ اسے صراحۃً بیان کر دیا جاتا۔ جبکہ قرآن مجید میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس واقعہ معراج کے تذکرہ میں فرمایا "اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں" اور سدرۃ المنتہیٰ پر حاضری کے سلسلے میں بھی یہی فرمایا کہ "اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں"۔ [45]

5۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت مرفوع ہونے کے باعث فیصلہ کن ہے۔

6۔ جن روایات سے رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہے وہ مضطرب اور ضعیف ہیں۔ ان روایات اور ان پر انتقادات کا ذکر آگے آرہا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ وزنی روایتیں وہ ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ سے منقول ہوئی ہیں، کیونکہ ان دونوں نے بالاتفاق خود رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ ان دونوں مواقع پر آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا [46]

قدیم وجدید مفسرین کا ایک دوسرا گروہ اس مؤقف کا قائل ہے کہ ان آیات سے رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہے لہذا جب رؤیت حق تعالیٰ مرادلی جائے گی تو پھر ان آیات میں شدید القویٰ،"زومرۃ فاستویٰ" اور"دنی فتدلیٰ"وغیرہ مذکورہ صفات سے حق تعالیٰ کی ذات وصفات ہی مرادلی جائیگی۔ اور مزید جو رؤیت ومشاہدے کا ذکر ہے تو اس سے بھی اللہ تعالیٰ ہی مراد لئے جائیں گے۔

ازہری اور کاندھلویؒ ابن کاندھلویؒ کامیلان بھی اسی طرف ہے۔

ازہری اور کاندھلویؒ ابن کاندھلویؒ کامؤقف، سفر معراج میں رؤیت باری تعالیٰ ہوئی تھی:

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ علمہ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ "شدید القوی "اور "ذومرۃ " اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ یعنی زبردست قوتوں والی دانا ذات نے اپنے نبی کو قرآن کریم کی تعلیم دی ہے۔اور "فاستوی" کا فاعل نبی کریم ہیں۔اس تفصیل کے بعد ازہری لکھتے ہیں:

> " یعنی آپ ﷺ نے قصد فرمایا جب کہ آپ سفر معراج میں افق اعلی پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر نبی کریم ﷺ مکان کی سرحدوں کو پار کرتے ہوئے لامکان میں رب العزت کے قریب ہوئے اور وہاں فائز ہو کر 'فتدلی' (سجدہ ریز ہوگئے) پس اتنے قریب ہوئے جتنا دو کمانیں قریب ہوتی ہیں جب انہیں ملایا جاتا ہے، بلکہ ان سے بھی زیادہ قریب۔اس حالت قرب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے پر وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔اس حرم ناز میں صفاتی تجلیات اور ذاتی انوار کا جو مشاہدہ بے تاب نگاہوں نے کیا، دل نے اس کی تصدیق کی اور تمہارا یہ جھگڑا کہ یہ دیکھا وہ نہیں دیکھا، محض بے سود ہے۔ دکھانے والے نے جو دکھانا تھا، دکھا دیا۔ دیکھنے والے نے جو دیکھنا تھا وہ جی بھر کے دیکھ لیا۔ اب تم بے مقصد بحثوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ یہ نعمت دیدار فقط ایک بار نصیب نہیں ہوئی، بلکہ اترتے ہوئے دوسری بار بھی نصیب ہوئی۔ یہ دوبارہ شرف دید سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہوا"۔(47)

ازہری نے اپنے مؤقف پر مندرجہ ذیل دلائل دیے ہیں:۔

1۔احادیث کے جملے اسی طرف مشیر ہیں مثلاً:

الف۔فراجعت ربی فوضع شطرھا

چنانچہ میں اپنے رب کے حضور میں لوٹ گیا اور کچھ حصہ معاف ہوا۔

ب۔ففرض اللہ علی امتی خمسین صلا ۃ

وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پچاس نمازیں فرض کیں۔

ج۔ارجع الی ربك فاسئله التخفيف

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ اپنے رب کیطرف لوٹ جایئے اور مزید تخفیف کا سوال کیجئے۔

د۔فلم ازل ارجع بين ربی وبين موسیٰ عليه السلام

چنانچہ میں اسی طرح اپنے رب اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا [48]

2۔ درج ذیل احادیث و آثار بھی اسی مؤقف کی مؤید ہیں:۔

الف:۔قال ابن عباس رای محمد (صلی الله علیه وسلم) ربه قال عکرمة قلت الیس الله یقول لاتدرکه الابصار وهو یدرک الابصار قال ویحک ذاک اذا تجلی بنوره الذی هو نوره وقدرای ربه مرتین۔[49]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا عکرمہ (آپ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں لاتدرکه الابصار وهو يدرك الابصار کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں آپ نے فرمایا کہ افسوس تم سمجھے نہیں یہ اسوقت ہے جبکہ وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے گا جو اس کا نور ہے حضور نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

ب:۔روى ابْن خُزَيْمَة بِإِسْنَاد قوي عَن أنس. قَالَ: رأى مُحَمَّد ربه، وَبِه قَالَ سَائِر أَصْحَاب ابْن عَبَّاس وَكَعب الْأَحْبَار وَالزهْرِيّ وَصَاحب معمر [50]

ابن خزیمہ نے قوی سند سے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، اسی طرح ابن عباسؓ کے کعب، احبار، زہری، اور معمر کہا کرتے تھے۔

ج:۔ اخرج النسائی باسناد صحیح وصححه الحاکم ایضا من طریق عکرمة عن ابن عباس اتعجبون ان تکون الخلة لابراهیم والکلام لموسی والرؤیة لمحمد (صلی الله علیه وسلم) ۔[51]

یہ روایت نسائی نے بھی سند صحیح کے ساتھ اور حاکم نے بھی صحیح سند کے ساتھ عکرمہ کے واسطے سے حضرت عباسؓ سے نقل کی ہے آپ کہا کرتے تھے کہ کیا تم لوگ اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت کا مقام ابراہیم علیہ السلام کیلئے اور کلام کا شرف موسیٰ علیہ السلام کیلئے اور دیدار کی سعادت محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے ہے۔

د:۔امام مسلم حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

قال سالت رسول الله (صلی الله علیه وسلم) هل رایت ربك قال نور انی اراه

اس لفظ کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے نورٌ اَنّی اراہ دوسرا نوراً اِنی اراہ پہلی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ ابوذر کہتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا حضور نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ نور ہے میں اسے کیونکر دیکھ سکتا ہوں، دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ سراپا نور ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔

ہ :۔ صحیح مسلم میں یہ روایت بھی ہے۔

عن عبداللہ بن شقیق قال قلت لابی ذر ولورایت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لسالتہ فقال عن ای شیئ کنت تسالہ قال کنت اسالہ ھل رایت ربك قال ابوذر وقدسالتہ فقال رایت نورا

کہ میں نے نور دیکھا ہے، یہ روایت بھی دوسری توجیہ کی تائید کرتی ہے [52]

و :۔حکی عبدالرزاق عن معمر عن الحسن انہ حلف ان محمدا رای ربہ

کہ حسن بصری اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔

ز :۔ عروہ بن زبیر سے ابن خزیمہ سے نقل کیا ہے کا وہ بھی روئیت کے قائل تھے [53]

ح :۔علامہ ابن حجر نے امام احمدؒ کے بارے میں لکھا ہے:

فروی الخلال فی کتاب السنۃ عن المروزی قلت لاحمد انہم یقولون ان عائشۃ قالت من زعم ان محمدا رای ربہ وقد اعظم علی اللہ الفریۃ فبای شیئ یدفع قولہا قال یقول النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) رایت ربی قول النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اکبرمن قولہا۔ [54]

ترجمہ مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ام المومنین یہ کہا کرتی تھیں کہ جس نے یہ کہا کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا ہے تو حضرت عائشہؓ کے اس قول کا کیا جواب دیا جائے۔ آپ نے فرمایا ہم حضور کے اس ارشاد کے ساتھ "رایت ربی" کہ میں نے پنے رب کو دیکھا ہے، حضرت عائشہ کے قول کا جواب دیں گے اور حضور ﷺ کا ارشاد حضرت عائشہ کے قول سے بہت بڑا ہے۔

ط:۔امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا جاتا کہ کیا شب معراج رسول اللہ ﷺ نے رب کریم کی زیارت کی تو فرماتے ہیں ;راہ راہ حتیٰ ینقطع۔[55] ہاں حضور ﷺ نے اللہ کریم کو دیکھا ہے ہاں حضور ﷺ نے اللہ کریم کو دیکھا ہے یہ جملہ اتنی بار دھراتے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا۔

3۔عبد کی عبد سے ملاقات کو اس اہتمام، اس تفصیل اور اس کیف انگیز اسلوب سے بیان نہیں کیا جاتا یہاں اگر حضور ﷺ جبرائیل امین کے ساتھ ملاقات کا ذکر ہوتا تو ایک آیت ہی کافی تھی، کیف انگیز انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہاں عبد کامل کی اپنے معبود برحق سے ملاقات کا ذکر ہے اگرچہ حضور ﷺ کی ملاقات جبرائیل سے بھی بڑے فوائد کی حامل ہے لیکن حضور ﷺ کیلئے باعث ہزار سعادت ووجہ فضیلت فقط اپنے محبوب حقیقی کی ملاقات ہے [56]

کاندہلوی ابن کاندھلویؒ بھی اسی کے قائل ہیں کہ سفر معراج میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ کریم کی زیارت ہوئی تھی۔ البتہ انہوں نے اس مسئلہ پر مفصل کلام نہیں کیا۔ انہوں نے روایات متعارضہ کے ذکر کے بعد مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کی منفرد تحقیق کو پسند فرما کر ذکر کر دیا ہے اس تحقیق کی تفصیل درج ذیل دلائل میں آرہی ہے:

کاندھلویؒ رؤیتِ باری تعالی کے دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

1۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ رسول حق پر ایسے قائم ہیں اور رب کریم کی طرسے انکی ایسی حفاظت ہے کہانکا قول وفعل وحی الہیٰ ہے موحیٰ الیہ کے بیان کے بعد واسطہ وحی یعنی وحی پہنچانے والے قاصد کی عظمت وقوت کو بیان کیا گیا ہے یعنی یہ کہ موحیٰ الیہ کو واسطہ وحی اور قاصد سے معرفت اور قرب بھی ہے جو افق اعلیٰ کے عنوان سے ذکر کیا گیا اسکے بعد آیات اس حالت کو بیان کر رہی ہے جو موحیٰ الیہ اور رب العزت کے مابین شب معراج میں واقع ہوئی وہ قرب ودیدار ہے جس کو ماکذب الفواد مارای میں بیان فرمایا گیا اور جن آیات کے دکھلانے کیلئے سفر اسراء کرایا گیا، جس کو فرمایا گیالنریہ من آیاتناتاکہ ہم دکھائیں ہم اپنی عظیم آیات ونشانیاں عروج سموات اور سدرۃ المنتھیٰ پر اس وعدہ کی تکمیل کر کے فرمادیا گیا۔لقد رای من آیات ربه الکبریٰ

2۔ اگر یہ صرف جبرائیل علیہ السلام کی رؤیت ہوتی تو پھر وہ کوئی ایسی عظیم الشان چیز نہیں کہ اسکے لئے وعدہ کیا جاتا اور عظیم ترین آیات میں شمار کیا جاتا۔

3۔ لنریہ میں جس چیز کے دکھانے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ ایسی چیز نہیں ہو سکتی جو آپ ﷺ نے پہلے بھی دیکھی ہو اور جبرائیل علیہ السلام کو آپ آغاز وحی کے زمانہ میں اصل صورت میں پہلے دیکھ چکے تھے۔

4۔ جبرائیل تو آپ ﷺ کے وزیر تھے تو پھر صرف وزیر کے دیدار کیلئے ایسا عظیم لشان سفر کروانا کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے؟

5۔ صحابہؓ کی ایک جماعت بھی اسی کی قائل تھی۔

6۔ آیات کی تطبیق بھی بلا تکلف ہو سکتی ہے۔[57]

لہذا مناسب یہی ہے کہ یہاں دیدار خداوندی کو تسلیم کیا جائے ملکوت سموات وارض کی سیر اور سدرۃ المنتہیٰ سے بلند مقام تک لے جانا اسی عظیم الشان دیدار کیلئے تھا۔

ابن عباسؓ کی روایت کا اضطراب اور سید مودودی کا مؤقف:

سید مودودی کا مؤقف یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایات میں چونکہ سخت اضطراب پایا جاتا ہے۔ کہ وہ کسی میں اسے رؤیت عینی اور کسی میں اسے رؤیت قلبی قرار دیتے ہیں۔اور کسی میں ایک کو عینی اور دوسری کو قلبی جبکہ کسی میں عینی

رؤیت کی بالکل نفی کر دیتے ہیں۔ پھر ان میں سے کسی روایت میں بھی رسول اللہ ﷺ کا اپنا ارشاد نقل نہیں کیا گیا۔ اس وجہ سے ان آیات کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے منسوب روایات معتمد نہیں۔ (58)

ازہری اور کاندھلوی ابن کاندھلویؒ کا مؤقف:

کاندھلویؒ نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ کی وہ روایت جس میں انہوں نے عکرمہ کی رؤیت باری تعالیٰ پر اس آیت "لاتدرکه الابصار" سے استدلال کرتے ہوئے اشکال کیا تھا اس کے جواب میں آپؓ نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے جب وہ اپنے نور ذاتی کے ساتھ متجلی ہو۔ اس سے اگرچہ رؤیت باری میں ابن عباسؓ کا تردد ظاہر ہوتا ہے تاہم علامہ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی روایت میں بیان کیا ہے کہ "ماکذب الفواد مارای" کی تفسیر دریافت کی تو عکرمہ کہنے لگے کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ رسول اللہ ﷺ نے خدا کا دیدار کیا ہے میں نے کہا جی ہاں فرمایا کہ ہاں دیکھا ہے اور ایک دفعہ کے بعد پھر ایک بار اور بھی دیکھا ہے۔

ازہری نے اس روایت کے متعلق مفصل گفتگو نہیں کی تاہم یہ لکھا ہے کہ علامہ نوویؒ ابن عباسؓ کی روایت کی صحت کے قائل تھے۔ انہوں نے امام نوویؒ کی یہ عبارت نقل کی ہے۔

اذا صحت الروايات عن ابن عباس فی اثبات الرواية وجب المصير على اثباتها فانها ليس مما يدرك بالعقل ويوخذ بالظن فانما يتلقى بالسماع ولايستجيز احد ان يظن بابن عباس انه تكلم بهذه المسئلة بالظن والاجتهاد ثم ان ابن عباس اثبت شيئا نفاه غيره والمثبت مقدم على النافی(59)

حضرت ابن عباس سے جب صحیح روایات ثبوت کو پہنچ گئیں کہ انہوں نے ایسا کہا ہے، تو اب ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ آپ نے اتنی بڑی بات محض اپنے قیاس اور ظن کی بناپر کہی ہو۔ یقیناً انہوں نے کسی مرفوع حدیث کی بناپر ایسا کہا ہوگا۔ نیز ابن عباس ایک چیز کو ثابت کر رہے ہیں دوسرے حضرات نفی کر رہے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام کو علامہ نووی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

الحاصل ان الراجح عند اكثر العلماء ان رسول الله (صلى الله عليه وسلم) راى ربه بعينى راسه ليلة الاسراء وهذا ممالاينبغی ان يتشكك فيه(60)

کہ حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

لاتدرکہ الابصار اور سفر معراج میں رؤیت۔ تعارض کا حل:

قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:۔

لَا تُدْرِكه الْأَبْصَارُ وَهو يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهو اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (61)

نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں، اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔ اس کی ذات اتنی ہی لطیف ہے، اور وہ اتنا ہی باخبر ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کہ انسان اپنی فانی آنکھوں کے ساتھ رب کریم کی زیارت نہیں کر سکتا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی انہی آنکھوں کے ساتھ رب کریم کی زیارت کی ہو۔

صاحب معارف القرآن کا جواب:

کاندھلویؒ ابن کاندھلویؒ نے اس اشکال کے جواب میں [62] اپنے استاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی یہ عبارت نقل کی ہے:

"لیکن یاد رہے کہ یہ رؤیت وہ نہیں جس کی نفی "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" میں کی گئی ہے کیونکہ اس سے غرض احاطہ کی نفی کرنا ہے۔ یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ علاوہ بریں ابن عباس سے جب سوال کیا گیا کہ دعوئے رویت، آیت "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" کے مخالف ہے تو فرمایا "وَيْحَكَ ذَاكَ اِذَا تَجَلّىٰ بِنُوْرِهِ الَّذِيْهِ ونُورهُ" (رواہ الترمذی) معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات وانوار متفاوت ہیں۔ بعض انوار قاہرہ للبصر ہیں بعض نہیں۔ اور رؤیت رب فی الجملہ دونوں درجوں پر صادق آتی ہے۔ اور اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ جس درجہ کی رویت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جبکہ نگاہیں تیز کر دی جائیں گی جو اس تجلی کو برداشت کر سکیں۔ وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک خاص درجہ کی رؤیت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج میں ابن عباس کی روایات کے موافق میسر ہوئی۔ اور اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریک و سہیم نہیں۔ نیز ان ہی انوار و تجلیات کے تفاوت و تنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔ شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہوں اور یہ اثبات دوسرے درجہ میں کر رہے ہوں۔ اور اسی طرح ابو ذر کی روایات "رایت نورًا"' اور "نور انی اراہ" میں تطبیق ممکن ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم"۔[63]

سید مودودی تو سرے سے رؤیت باری تعالیٰ کے قائل نہیں لہذا ان کے ہاں تو یہ اشکال ہی نہیں بلکہ یہ آیت ان کے مؤقف کی موئید ہے۔ البتہ ازہری کے ہاں اس اشکال کا ذکر اور حل نہیں ملتا۔

خلاصہ بحث:

تینوں مفسرین نے معراج کے متعلق سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ ہم متجددین کے اعتراضات کے جواب بھی تینوں مفسرین نے دیئے ہیں۔ تاہم تفسیر کے روایتی مسلمہ اصولوں کی پاسداری کاندھلویؒ کے ہاں زیادہ نظر آتی ہے۔ ازہریؒ کی تحریر ان کی محبت و عشق میں وارفتگی کا مظہر ہے۔ مودودیؒ کے ہاں علم الکلام کا جدید اسلوب نمایاں ہیں۔ معراج کے جسمانی ہونے پر تینوں مفسرین کا اتفاق ہے۔ البتہ رؤیت باری تعالیٰ کے مسئلہ میں مودودی کا مؤقف باقی

دونوں حضرات سے مختلف ہے۔ یہ مسئلہ چونکہ صحابہ کرام کے وقت سے مختلف یہ ہے۔ لہٰذا دونوں کی طرح کی رائے گنجائش ہے۔ تاہم کاندھلوی ابن کاندھلوی نے جوبات مولانا شبیر احمد عثمانی کے حوالہ سے نقل کی ہے اسے ہی اختیار کرلینا بہتر ہے۔ اگرچہ تطبیق کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں متعارض روایات صحت کے اعتبار سے ایک درجہ کی ہوں تاہم اگر منکرین رؤیہ باری تعالیٰ کے انکار کی تعبیر ہی مختلف کردی جائے تو پھر روایات کے مساوی المرتبہ ہونے کا اعتراض بھی رفع ہو جاتا ہے یہ رائے اس لیے بھی صابت معلوم ہوتی ہے کہ اس میں سرکار دوعالم ﷺ کی شان مبارک مزید اونچی ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کے جذبات بھی اسی کا تقاضا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

حواشی وحوالہ جات

1۔ کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، سیرت المصطفیٰ، کراچی، الطاف اینڈ سنز، سن ن، 297/1

2۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، 589/2

3۔ ازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکشنز، 1402ھ، 623/2

4۔ ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، بیروت، دار لفکر، س، ن، 7/302-304

5۔ زرقانی، عبدالباقی، علامہ، شرح المواهب اللدنیۃ، بیروت، دار الفکر، 1393ھ، 2/67-68

6۔ الاسراء: 17: 1

7۔ النجم: 53 : 7- 18

8۔ ترمذی، احمد بن عیسی، السنن، کتاب التفسیر و من تفسیر سورۃ بنی اسرائیل، رقم الحدیث: 3131

9۔ بیہقی، احمد بن حسین، دلائل النبوۃ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1408ھ، 2/390-391

10۔ دلائل النبوۃ، 2/390-391

11۔ معارف القرآن، 4/ 433- 4334

12۔ تفہیم القرآن 589/2

13۔ ضیاء القرآن 2/626-627

14۔ ابن العربی، محمد بن عبداللہ الاندلسی، احکام القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 259/3

15۔ لاہوری، محمد علی بیان القرآن، لاہور، احمدیہ انجمن اسلامیہ، 1377ھ، 1108/2

16۔ الاسراء: 17: 60

17۔ دیکھیے معارف القرآن 4/502-503، تفہیم القرآن 627/2، ضیاء القرآن 2/626-627

18۔ الجامع الصحیح البخاری، کتاب التوحید، باب کلم اللہ موسیٰ تکلیما رقم الحدیث: 6963

19۔ آلوسی، محمد ابوالفضل، روح المعانی، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن، 15/6

20۔ ابن العربی، احکام القرآن، 259/3

21۔ روح المعانی 15/،6

22۔ الاسراء: 17 : 93

23۔ سر سید احمد خان، مقالات سر سید، (مرتب) محمد اسمٰعیل پانی پتی، لاہور، مجلس ترقی ادب 1992ء، 78/13

24۔ ضیاء القرآن، 632/2

25۔ مقالات سر سید، ؟/730- 731

26۔ ضیاء القرآن 628/2

27۔ پرویز، غلام احمد، معارف القرآن، کراچی، ادارہ طلوعِ اسلام، س-ن، 436/4

28۔ غلام وارث، تبیان القرآن، المستقر نیامزنگ، س-ن، 1142/4

29۔ تفہیم القرآن، 590-589/2

30۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س-ن، 16/9

31۔ سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان بن بی بکر، الدرالمنثور، 276/4

32۔ سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان بن ابی بکر، الخصائص لکبریٰ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1405ھ، 302/1

33۔ معارف القرآن، کاندہلوی، 437-435/4

34۔ ابوحیان الاندلسی، محمد بن یوسف، البحرالمحیط، بیروت، دارالفکر، س-ن، 550/5

35۔ ضیاء القرآن، 628،627/2

36۔ ازالۃالاوھام ص؛48

37۔ معارف القرآن کاندہلوی، 444-443/4

38۔ تفہیم القرآن، 197/5

39۔ صحیح مسلم، 160/1، رقم الحدیث: 290

40۔ صحیح بخاری، 141/6، رقم الحدیث: 4856

41۔ صحیح بخاری، 141/6، رقم الحدیث: 4858

42۔ صحیح مسلم، 158/1، رقم الحدیث: 283

43۔ صحیح مسلم، 159/1، رقم الحدیث: 287

44۔ تفہیم القرآن 202-201/5

45۔ تفہیم القرآن 202/5

46۔ تفہیم القرآن 202/5
47۔ ضیاء القرآن، 15/5
48۔ ضیاء القرآن 10/5-18، 21-24، (الف تا د نکات میں درج احادیث کے حوالے پیچھے گزر چکے ہیں۔)
49۔ سنن الترمذی، کتاب التفسیر و من تفسیر سورۃ النجم، رقم الحدیث، 320/1
50۔ عینی، بدرالدین، محمود بن احمد، عمدۃ القاری، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س-ن، 198/19
51۔ نسائی، احمد بن شعیب، السنن الکبری، بیروت، دار الکتب العلمیۃ 1411ھ، 472/6، حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دار الکتب العلمیۃ 1411ھ، 472/6
52۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قولہ علیہ السلام نور انی اراہ 161/1، رقم الحدیث: 291- 292
53۔ عمدۃ القاری 19 / 198
54۔ فتح الباری، 609/8
55۔ روح المعانی 54/2
56۔ ضیاء القرآن، 10/5-18،21-24
57۔ معارف القرآن، 568/7
58۔ تفہیم القرآن 206/5
59۔ ندوی، یحییٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، بیروت، دار احیاء التراث العربی، الطبعۃ الثانیۃ، 5/3
60۔ محولہ بالا
61۔ الانعام: 6: 103
62۔ معارف القرآن، 568/7،569
63۔ عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، المدینہ المنورہ، مجمع الملک فھد، س-ن، تفسیر سورہ نجم، ص: 699